ڈاکٹر اسحاق علی رضا

استاد شعبہ اردو، ایبٹ آباد پبلک سکول ،ایبٹ آباد

ڈاکٹر روبینہ شہناز

صدر شعبہ اردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگوئجز، اسلام آباد

منظوم شعری تنقید کی روایت اور جوش ملیح آبادی

Dr.Ishaq Ali Raza,

Teacher Urdu Department, Abbottabad Public School, Abbottabad

Dr. Rubina Shehnaz

Head Department of Urdu, National University of Modern

Language, Islamabad

The tradition of Poetic Criticism and Josh Malih Abadi

“Manzoom Tanqeed means the critique in the form of poetry and in Urdu criticism it has a valid and reliable tradition and a part of one’s style. Poets normally appreciate their own work and their predecessor’s in their poetry and they use to comment about their rivals as well and their remarks were always based upon their own theory of criticism this is called Manzoom criticism. We found features of criticism in Urdu poetry earlier rather than the prose and this poetic criticism was developed with poetry. In this regard Josh Malih Abadi had very solid, balanced and clear critical thoughts about the art and demands of poetry, poetic styles, responsibilities and conditions for a critic in his poetry. Josh`s poetry played a vital role to promote poetic criticism in Urdu.

منظوم تنقید کی روایت اردو شاعری کے ساتھ ساتھ ارتقا پذیر رہی۔ یہاں تک کہ ۱۸۵۷ء کے بعد جب اردو میں نئے شعری تجربے ہونے لگے اور اردو ادب کا رشتہ انگریزی ادبیات سے استوار ہونے لگا تو شعری تنقید میں بھی ایک نیا موڑ آیا۔ حالی نے ”مقدمہ شعر و شاعری“ کی صورت میں پہلی بار اردو شعری تنقید کو ایک نئی حیثیت دی۔ یوں تنقید ایک مستقل فن کے طور پر اردو میں زیر بحث آئی۔ اردو میں جدید تنقید کی ابتدا شعری تنقید سے ہوئی۔ جدید شعری تجربے کے نتیجے میں اردو شاعری کی بعض اصناف اور بہت سے شعری موضوعات یا تو متروک ہو گئے یا ان کی اہمیت پہلے کی سی نہیں رہی۔ لیکن منظوم تنقید کی روایت پہلے کی طرح ارتقا پذیر رہی۔ یہاں تک کہ یہ روایت جدید نظم میں بھی جگہ پانے میں کامیاب رہی۔ جدید اردو نظم میں بھی منظوم تنقید کا ارتقا توجہ طلب ہے۔ نظم کے قدیم، متوسط اور جدید شعرا کی منظومات میں اردو شاعری پر منظوم تنقید کی روایت کا ایک نیا احساس ابھرتا محسوس ہوتا ہے۔ الطاف حسین حالی، شبلی نعمانی، محمد حسین آزاد، سید علی حیدر نظم طباطبائی، برجموہن دتاتیریہ کیفی، حسرت موہانی، عظمت اللہ خان، اقبال، ن م راشد، فیض احمد فیض اور جوش ملیح آبادی جیسے متوسطین جدید شعرا کی منظومات اس حوالے سے خاص اہمیت رکھتی ہیں۔

جوش کی منظوم تنقید:

متوسطین نقاد شعرا میں جوش ملیح آبادی اپنے اسلوب اور شعری موضوعات کے سبب خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ جوش صاحب طرز شاعر ہونے کے علاوہ نکتہ سنج نقاد بھی ہیں۔ اگرچہ انھوں نے فن تنقید پر کوئی مستقل کتاب تو نہیں لکھی لیکن ان کے مضامین، خطوط اور شاعری میں ان کے تنقیدی نظریات جابجا بکھرے پڑے ہیں۔ اردو نقاد شعرا میں جوش کا مقام اس حوالے سے بلند ہے کہ انھوں نے اپنا ادبی نقطہ نظر نثر کے مقابلے میں منظوم صورت میں واضح طور پر بیان کیا ہے۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ نقد شعر میں جوش نے منظوم تنقید نگاری کی روایت کو نہ صرف آگے بڑھایا بلکہ اسے استحکام بھی بخشا۔ جوش کی شاعری میں نقد شعر سے متعلق جن موضوعات کو خاص اہمیت حاصل ہے ان میں تخلیقِ شعر، لوازماتِ شعر، موضوع شعر کے علاوہ نقدِ شعر اور شعری نقاد شامل ہیں۔ علاوہ ازیں شعری تنقید سے متعلق مستقل نظمیں بھی موجود ہیں۔ جیسے ”بارگاہ شعر“، ”شعر کی تشریح“ اور ”نقاد“ جیسی اہم نظمیں جوش کے شعری نظریات کی بھرپور ترجمانی کرتی ہیں۔

جوش کا تصور شعر:

نقدِ شعر کے ابتدائی اور بنیادی مباحث میں استعداد شعر اور تخلیق شعر شامل ہیں۔ مشرقی اور مغربی مفکرین شعر نے اس متعلق بہت سے نکات بیان کیے ہیں۔ قدیم مشرقی تصورات میں شعر کا الہامی اور غیبی طاقت سے منسلک کرنے کا

رجحان غالب نظر آتا ہے۔ اس ضمن میں جوش کے خیالات قدیم تصورات سے ملتے ہیں۔ فکر شعر وسخن کو وہ غیب سے جوڑتے ہیں:

یہ بارگاہ شعر ہے ، جھکتے ہیں سر یہاں
قطع نظر سے ہوتی ہے پیدا نظر یہاں
اس راستے کی شمع ہے روح الامیں کی سانس
روشن کبھی ہوا نہ چراغ سحر یہاں[۱]

اردو شعری تنقید میں قدما تخلیقِ شعر اور استعداد شعر کو وہبی اور غیبی طاقت سے جوڑتے ہیں۔ مثلاً محمد حسین آزاد، شعر کو فیضان رحمت الٰہی قرار دیتے ہوئے اہل دل پر نزول کے قائل ہیں اسی طرح جوش فکر سخن کی راہ میں روح الامین کی رہنمائی کو شرط اُولٰی قرار دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں وہ شعری استعداد کے لیے ریاضت کو بھی ضروری خیال کرتے ہیں۔ یعنی جوش بھی شاعری کو الہام اور رحمان سے جوڑتے ہیں۔ شعر سے متعلق جوش اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں:

"شاعری جہاں آپ بیتی ہے وہاں جگ بیتی بھی ہے۔ شاعری اگر داخلی ہے تو خارجی بھی ہے، اس لیے کہ اگر ہم شاعری کو حیات کی مصوری اور زمانے کی تاریخ نویسی کا لقب دے تو بے جا نہ ہو گا۔ شاعر کے کلام سے آپ اس کے مزاج کی افتاد، اس کے احباب و خاندان کا معیار، اس کی زندگی کے مختلف واقعات معلوم کر سکتے ہیں۔"[۲]

اس میں تامل نہیں کہ شاعری آپ بیتی بھی ہے اور جگ بیتی بھی ۔ اس کے دائرہ کار میں قلبی واردات یعنی احساسات اور جذبات بھی شامل ہیں اور خارجی موضوعات یعنی انسانی حیات کے اسرار و رموز اور مسائل زندگی کا بیان بھی ہے۔ جوش کے خیال میں ہر عہد میں لکھی جانے والی شاعری اپنے عہد کی سیاسی، سماجی اور تہذیبی عناصر کی بھرپور ترجمانی کرتی ہے۔ ان کے خیال میں شاعری واردات قلبی کے اظہار کے ساتھ ساتھ اپنے عہد کی مستند تاریخ بھی ہے۔ مندرجہ بالا اقتباس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ جوش کے ہاں فن سے زیادہ اس کے اثرات اور فوائد اہمیت رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے فن کے افادی پہلوؤں کو نہ صرف قبول کیا بلکہ اسے اپنایا بھی۔ اسی لیے بیسویں صدی کے ربع اول میں جہاں اقبال کا شعری ستارہ آسمان ادب پر درخشاں تھا وہاں جوش بھی اپنے مخصوص شعری نظریات اور اسلوب کے سبب پورے آب و تاب کے ساتھ ادبی افق پر جلوہ گر نظر آتے ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ ان کی ترقی پسندانہ اور باغیانہ سوچ تھی۔ اسی لیے "وہ اپنے ہر دور شاعری میں مختلف ادبی تحریکات کا سنگم رہے ہیں۔۔۔ ہر عہد میں ترقی پسندی کے ٹھپے کو اپنے لیے باعث

فخر سمجھا۔"[۳] یہی وجہ ہے کہ جوش ترقی پسندوں کے امام بن گئے۔ اگرچہ بہت سے ترقی پسند شعراء ان سے اختلاف رکھتے تھے لیکن ترقی پسندوں کو ترقی پسندانہ شاعری کی طرف فکری رہنمائی کی۔ بالخصوص ترقی پسند شعرا جوش کے باغیانہ اور انقلابی نظریات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ترقی پسندانہ فکر کے حامل تخلیق کاروں کا باغیانہ اسلوب اور انقلابی آہنگ جوش کے اسلوب سے ہم آہنگ نظر آتا ہے۔

لوازمات شعر:

شاعری جذبات اور احساسات کی حسی صورت ہے۔ شاعری جذبات کی زبان ہے۔ احساسات و جذبات کو جب الفاظ کا جامہ پہنایا جائے تو شاعری وجود میں آتی ہے۔ جوش ملیح آبادی لوازمات شعر میں جذبے کو مرکزی اہمیت دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک شعر کی تاثیر کا انحصار جذبے پر ہے۔

قلب عارف کی طرح روشن ہو جس کا بال بال
جس کے جذبے ہوں قیامت کے سریع الاشتعال
روز و شب مجبور ہو جو سیر کرنے کے لیے
ہر نفس کی وادی نو سے گزرنے کے لیے [۴]

شاعر وہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ حساس ہو اور اس کا جذبہ سریع الاشتعال ہو۔ جوش کے خیال میں خارجی سطح پر کائنات کے ہر ذرے کا تیور اور باطنی سطح پر احساسات اور جذبات کے ہر پہلو کا بغور مطالعہ شعری تخلیق کے لیے ضروری ہے۔ اس ضمن میں لکھتے ہیں: ”میرے نزدیک شاعر وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ حساس ہو۔ اس کے جذبات سریع الاشتعال ہوں اور وہ اپنے احساسات اور جذبات کو بہترین الفاظ میں ادا کر دینے کی قوت بھی رکھتا ہو۔“[۵] شعر کی تاثیر اور اس کی روح وہ جذبہ ہے جسے شاعر نے الفاظ کے قالب میں ڈھالا ہے۔ ان خیالات کو نظم "غزل گوئی" میں اس طرح بیان کیا ہے:

آ بتاؤں میں تجھے اے طالب راہ ثواب
کس کو دینا چاہیے دنیا میں شاعر کا خطاب
یہ لقب پھبتا ہے اس روشن گر ادراک پر
عرش کی پرچھائیاں جو دیکھتا ہے خاک پر

ان اشعار میں جوش شاعر کے تخیل کی بلندی اور اس کی فکری رسائی سے متعلق کہتے ہیں کہ شاعر اسے کہا جائے گا جو روشن فکری کے ساتھ ذرے سے لے کر آسمانوں تک فکری پرواز کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ جو فرش پر ہوتے ہوئے عرش کی سیر کرے۔ اسی طرح دیگر لوازات شعر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

راستے کا ذرہ ذرہ جس کو دیتا ہو صدا
ظم کرتا جا مجھے بھی شاعر رنگین نوا
جتنے لا تعداد پہلو ہیں حیات و موت کے
شعر بننے کے لیے درخواست دیتے ہوں جسے

جوش کے خیال میں کائنات کا مطالعہ ہی شاعر کے تخیل کی بلند پروازی میں مدد کرتا ہے۔ ان کے نزدیک شاعر موضوع شعر کے لیے سر گرداں نہیں رہتا بلکہ کائنات کا ذرہ ذرہ اسے دعوت شعر دیتا ہے۔ یعنی جوش کے خیال میں شاعر اور مناظر فطرت میں ایک اٹوٹ انگ رشتہ ہوتا ہے۔ زندگی اور موت کا ہر پہلو شاعر کے سامنے دست بستہ کھڑا رہتا ہے۔ گویا اعر زندگی اور موت کی تلخ حقیقتوں کا بھرپور ادراک رکھتا ہے۔

جوش ملیح آبادی کے نزدیک شعری لوازمات میں کائنات کے اسرار و رموز سے آگاہ ہونا، جذبات کا سریع الاشتعال ہونا، موضوعات کا ہمہ گیر ہونا شامل ہیں۔ مندرجہ بالا اشعار میں بعض اشارے معنی خیز ہیں۔ مثلاً دل شاعر کو قلب عارف قرار دینا، جذبے کی سرعت کو مثل قیامت اشتعال انگیز کہنا اور وادی نو سے گزرنے کے لیے ہر نَفَس تیار رہنا اور حیات و موت کے لاتعداد پہلو شعر بندھوانے پہ مجبور کرنا۔ اس کے علاوہ جوش کے خیال میں شاعر کے لیے ضروری ہے کہ وہ روز وشب مطالعہ کائنات میں غرق رہے۔ شعر سے متعلق جو باتیں جوش نے کہی ہیں۔ حالی، آزاد اور شبلی نے بھی کم و بیش انہی خیالات کا اظہار کیا ہے۔

تخلیق شعر الفاظ کا چناو اور ترتیب خاص اہمیت رکھتی ہے۔ اسی سے شاعر انفرادی اور امتیازی اسلوب واضح ہوتا ہے۔ گوی شاعری میں زبان و بیان کی اہمیت نہ صرف مسلم ہے بلکہ اس پر کامل قدرت رکھنا بھی ضروری ہے، اس ضمن میں جوش کہتے ہیں:

شاعری کا خانماں ہے نطق کا لوٹا ہوا
اس کا شیشہ ہی زباں کی ٹھیس سے ٹوٹا ہوا
چھائے رہتے ہیں جو شاعر کے دل جذبات پر
ٹوٹ کر آتے ہیں وہ نغمے لب گفتار پر (۶)

الفاظ اور معانی کی اہمیت کے احساس کے علاوہ جوش کی تنقید کا امتیاز یہ ہے کہ انھیں جذبے کے علاوہ:

"لفظوں کی اہمیت کا احساس ہے۔۔۔جوش کے نزدیک قادر الکلامی شاعر کی ایک محدود صفت ہے۔ قادرالکلامی الفاظ کے بغیر ممکن۔ اس لیے وہ الفاظ پر شاعر کی بے پناہ قدرت کو ضروری سمجھتے ہیں۔"(۷)

حالی نے اس بحث کو تفحص الفاظ کے ذیل میں بیان کیا ہے۔شاعر اپنے خیالات کے لیے الفاظ کا محتاج ہے۔شاعر کا امتیازی وصف یہی ہے کہ وہ معانی کے ابلاغ کے لیے ایسے الفاظ منتخب کرتا ہے جس سے گمان ہوتا ہے کہ یہ الفاظ انہی معانی کے لیے وضع ہوئے ہیں۔ انتخاب الفاظ اور ترتیب الفاظ دو ایسی صفتیں ہیں جو شاعر کی شعری عظمت کو متعین کرتی ہیں۔ جوش ملیح آبادی الفاظ اور شاعر کے درمیان اسی تعلق کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

"شاعر کا مکان الفاظ کی عبادت گاہ ہے جہاں ادنی واعلی اور شاہ و گدا ہر قسم کے الفاظ ایک صف میں کھڑے نظر آتے ہیں اور صفوں میں ایسی شائستگی ہوتی ہے جیسے راگنی کے بولوں میں ہم آہنگی۔"(۸)

جوش کے ہاں الفاظ کی اہمیت کا شعور اپنے معاصرین کی نسبت زیادہ واضح دکھائی دیتا ہے۔ان کی اپنی شاعری اس بات کی گواہی بھی دیتی ہے۔

اصناف شعر اور شعری نقاد پر تنقید:

جوش نے اپنی شاعری میں جہاں اردو شاعری پر تنقید کی ہے۔وہاں اپنے خیالات کا اظہار مضامین اور خطوط میں بھی کیا ہے۔اصناف سخن کے بارے میں جوش کے خیالات وہی ہیں جو عہد سرسید میں عام ہوئے تھے۔۱۸۵۷ء کے بعد جس صنف سخن کی شدت سے نفی کی گئی ان میں صنف غزل سب سے نمایاں ہے۔جوش نے بھی اپنے مضامین اور خطوط میں اس صنف پر ہیئت اور موضوع کے حوالے سے کافی اعتراضات کیے ہیں۔اپنے مضمون "تنگنائے غزل" میں غزل پر یہ اعتراضات کیے ہیں:

۱۔ غزل قنوطی ہے اور غزل گو شعراء بھی قنوطی پسند ہیں۔

۲۔ غزل کا مرکزی کردار بدکردار عورتیں ہیں۔

۳۔ ابتداء سے لے کر آج تک کے تمام غزل گو شراب عشق مجازی میں کوثر تصوف کی چند بوندیں ٹپکارہے ہیں۔ پہلے بھی غزل گو بقول خود شرابی تھے اب بھی ہیں۔

۴۔ غزل گویوں پر سیاسی، معاشی بحرانوں اور مناظر فطرت کا ذرہ برابر اثر نہیں ہوتا۔

۵۔ غزل گو کا معشوق ہمیشہ بدزبان، سخت دل، عاشق کش اور رقیب نواز ہوتا ہے۔

۶۔ پہلے غزل گو جذبہ حیا اور خودداری سے محروم، زاہدوں سے نفرت کرتے ہیں، اپنی کمزوری اور مفلسی کا رونا روتے تھے نیز دنیا کو فانی سمجھتے تھے۔ اب بھی ایسے ہیں۔ (۹)

یہ اعتراضات صنف غزل سے زیادہ موضوع اور غزل گو شعرا پر ہیں۔ لیکن جوش کے خیال میں یہ محولہ بالا اعتراضات اردو غزل کی پہچان اور روایت کا حصہ بن گئے ہیں۔ غزل کے بارے میں جوش کا یہ رویہ ترقی پسند شعرا کے ہاں واضح نظر آتا ہے۔

غزل کی طرح جوش مرثیے کے بارے میں بھی خاص نقطہ نظر رکھتے ہیں۔ جدید مرثیے کے بارے میں جوش کا خیال ہے: ''جو مرثیہ تاسیٔ حسینؓ پر ابھارے وہ جدید ہے اور وہ مرثیے جو تاسیٔ حسینؓ پر نہ ابھارے، چاہے اس عہد میں لکھا جائے لیکن قدیم مرثیہ کہلائے گا۔'' (۱۰) اسی لیے جوش جدید عہد میں انیس کے مرثیوں کی اہمیت کے انکاری نظر آتے ہیں۔

فن تنقید کے حوالے سے جوش کے ہاں شاعری کی تنقید خاص اہمیت کی حامل ہے۔ جوش نے ان نقادوں کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا ہے جو خود تو ایک مصرع بھی نہیں لکھ سکتے لیکن شعراء کے کلام کا مقام و مرتبہ متعین کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں۔ جوش غیر شاعر نقادوں کو یہ حق دینے کے لے تیار نہیں۔ اپنی نظم ''نقاد'' میں جہاں انھوں نے تخلیق شعر کے مختلف مراحل اور شعری عناصر سے متعلق واضح اشارے دیے ہیں وہاں غیر شاعر نقادوں پر تنقید بھی کی ہے۔ گویا یہ نظم تنقید شعر پر منظوم تنقید کی بہترین مثال ہے۔

شعر فہمی کے لیے ہیں جو شرائط بے خبر
سوچ، تو پورا ترتا بھی ہے اس معیار پر
جلتے دیکھاہے کبھی ہستی کے دل کا تو نے داغ؟
آنچ سے جس کی غذا پاتا ہے شاعر کا دماغ؟

غیر شاعر نقادوں پر جوش کا سب سے اہم اعتراض یہ ہے کہ نقاد کیا جانے کہ تخلیق کے دوران تخلیق کار کس کرب سے گزرتا ہے۔ اس کرب کا احساس کیے بغیر ناقد کسی شاعر کے کلام کی قدر و قیمت کا اندازہ نہیں لگا سکتا۔ ان کے نزدیک شاعر کے دل پر جو کچھ گزرتا ہے شعر پیرائے میں اس کی ہلکی سی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ ورنہ شاعر جذبات اور تخیل کے بحر بیکراں میں غوطہ زن رہتا ہے۔ شاعر کے لیے اپنے جذبات اور احساسات کا اظہار بھی ایک تکلیف دہ عمل ہے۔ چونکہ اظہار اور اعلان کے باوجود شاعر کے جذبات اور احساسات کی بھرپور ترجمانی الفاظ کے ذریعے ممکن نہیں ہے۔ لہذا شعری تنقید کے لیے شاعر کے تخلیقی کرب کا ادراک جوش کے خیال میں شعر فہمی کے لیے ضروری ہے۔

تو سمجھتا تھا، جو کہنا چاہیے تھا ، کہہ گیا
پوچھ شاعر سے ، کہ وہ کیا کہہ سکا، کیا رہ گیا
کون سمجھے "شعر" یہ کیسے ہیں اور کیسے نہیں
دل سمجھتا ہے، کہ جیسے دل میں تھے ، ویسے نہیں (۱۱)

اس نظم میں جوش نے تخلیق شعر کے بارے میں یہ بتایا ہے کہ شاعری وہ نہیں جو بیان کیا گیا۔ بلکہ شاعری وہ ہے جسے بیان نہیں کیا گیا۔ پس شاعر کو شعر کہنے کی بنا پر شاعر نہ سمجھا جائے بلکہ اس بنا پر شاعر کہیے گا جس کی طرف اس نے صرف اشارہ کیا ہے۔ شعری نقاد کا کام یہ ہے کہ وہ ظاہر کے ذریعے خیال کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرے۔ ڈاکٹر وزیر آغا نے بھی نقد شعر کے لیے یہی معیار قائم کیا ہے:

”شاعری اس مواد کا نام نہیں جو شعر میں بیان ہوتا ہے بلکہ اس مواد کا نام ہے جو شعر میں بیان نہیں ہوتا۔ مراد یہ کہ شاعر بیان نہیں کرتا بلکہ SUGGEST کرتا ہے اور اچھے نقاد کی خوبی یہ ہے کہ وہ اس SUGGESTION کا دامن تھام کر شعر کے بطون میں سفر کرتا ہے۔“(۱۲)

اردو شعری تنقید میں جوش کی اہمیت اس لیے ہے کہ اس عہد میں تنقید شعر اور تفہیم شعر کے نئے رجحانات، نئے خیالات اور نئی صورتیں جنم لے رہی تھیں۔ ایسے میں جوش نے اپنی شاعری کو تنقید شعر کا ایک ذریعہ قرار دیا اور بہت سوں کو جدید انداز میں فکر سخن کی دعوت دی۔ اپنے تنقیدی خیالات کے اظہار کے لیے نظم، مرثیہ اور رباعی بطور خاص اختیار کیا۔ ترقی پسند شعرا نے جوش کی بغاوت، لہجہ اور تصورِ فن کو نہ صرف قبول کیا بلکہ اسے فکری سطح پر اپنایا بھی۔

جوش کے ہاں منظوم تنقید کا ایک صحت مند رجحان نظر آتا ہے۔ نقد شعر میں جوش کی منظوم تنقید جدید منظوم تنقید کی بہترین مثال ہے۔ منظوم صورت میں اپنا شعری نقطہ نظر بیان کرنا نہ صرف فن شعر پر کمال دسترسی کا ثبوت ہے بلکہ شاعر کے ذہن میں شعری تنقید کے خدوخال واضح ہونے کی دلیل بھی ہے۔ جوش ملیح آبادی کی منظوم تنقید سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جدید اردو شاعری میں سیاسی، سماجی اور دیگر موضوعات کے ساتھ علمی اور فکری موضوعات کو بھی بآسانی برتا جا سکتا ہے۔

حوالہ جات

۱ ۔ جوش، ملیح آبادی، اشارات، نگارستان ایجنسی، دلی، سن ن، ص ۲۶

۲ ۔ جوش ملیح آبادی، جوش ملیح آبادی کے غیر مطبوعہ اور نادر تحریریں، مرتبہ: ہلال نقوی، مطبوعہ، کراچی، ۱۹۹۲، ص ۷۵

۳۔ مسعود حسین خان، جوش ملیح آبادی، مشمولہ جوش ملیح آبادی، تنقیدی جائزہ، مرتبہ خلیق انجم، انجمن ترقی اردو ہند، نئی دہلی، ۱۹۹۲، ص ۳۶

۴ ۔ جوش ملیح آبادی، فکر ونشاط، بھارتی پبلی کیشنز، دہلی، ۱۹۶۹، ص ۸۷

۵۔ جوش ملیح آبادی، اشارات، نگارستان ایجنسی، دلی، س ن، ص ۷۲، ۷۳

۶۔ ایضا، ص ۱۱

۷۔ سلیم احمد، مضامین سلیم احمد، مرتبہ: جمال پانی پتی، اکادمی بازیافت، کراچی، ۲۰۰۹، ص ۵۳۷

۸۔ جوش ملیح آبادی، بحوالہ ایضا، ص ۵۳۷

۹ ۔ جوش ملیح آبادی، جوش ملیح آبادی کی غیر مطبوعہ اور نادر تحریریں، مرتبہ: ہلال نقوی، مطبوعہ، کراچی، ۱۹۹۲، ص ۷۵، ۷۶

۱۰۔ جوش ملیح آبادی، بحوالہ شفقت رضوی، جوش تحقیق و تنقید کی زد میں، فضلی سنز، کراچی، ۲۰۰۱، ص ۹۸

۱۱۔ جوش ملیح آبادی، فکر ونشاط، ص ۹ تا ۱۲

۱۲۔ وزیر آغا، ڈاکٹر، تنقید اور جدید اردو تنقید، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی ۱۹۸۹ء، ص ۲۷۴